قسط دوم

حضرت مولانا نور محمد ثاقب حقانی*

اُصولِ حدیث

علم اُصولِ حدیث کی اقسام وانواع

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الحيّ القيّومِ الّذی لا يبيد و لا يفنٰی ، الخالقِ البارئِ المصوّرِ له الأسماء الحُسنٰی ، و الصّلوٰة و السّلام علی محمّدٍ عبدِهٖ و أمينِهٖ المجتبٰی ، و رسولِه المبعوثِ الٰی كافّة الورٰی ، و علٰی آلِهٖ و أصحابِهٖ مصابيحِ الدُّجی و مفاتيحِ الهُدٰی۔

أمّا بعد! بندہ نے اُصول حدیث کے سلسلۂ مضامین میں اِس سے پہلی قسط میں علم اُصولِ حدیث کی اقسام وانواع کوشمار کر کے ذکر کیا تھا، اَب اُن اقسام میں سے ہرایک کی تعریف، اہمیت وضرورت، مثال اوراجمالی اقسام کا بیان شروع کرتے ہیں۔ فنقول و باللّٰه التوفيق:

النّوع الأوّل (۱) معرفةُ مَن تُقبل روايتهٗ و مَن ترُدّ:

علوم الحدیث میں اِس نوع کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ اِس میں راوی کی شروط بیان کی جاتی ہیں جس کی حدیث کوقبول کر کے اُس کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے یا اُسے رد کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

صفات القبول:

صفاتِ قبول کی تعداد کے بارے میں علماء کی عبارات مختلف ہیں، بعض کم اور بعض زیادہ بتاتے ہیں۔ علامہ ابوعمرو بن الصلاح نے اِن خصال وصفات کو جمع کر کے فرمایا ہے: أجمع جماهير أئمة الحديث و الفقه علی أنهٗ يشترط فيمن يحتجّ بروايته أن يكون عدلًا ضابطًا لما يروی.

”جمہور آئمۂ حدیث وفقہ نے اِس بات پر اجماع کیا ہے کہ جس راوی کی روایت پر استدلال کیا جاتا ہے تو شرط یہ ہے کہ وہ عادل اور اُس روایت کو ضبط کرنے والا ہو“

اِس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مسلمان، بالغ، عاقل، اسبابِ فسق اور خلافِ مروّت اُمور سے محفوظ ہو۔ بیدار مغز ہو، غافل نہ ہو۔ اگر اپنے حافظہ سے بیان کرتا ہو تو خوب یاد ہو، اگر کتاب سے بیان کرتا ہو تو

---

* سابق قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) سپریم کورٹ آف افغانستان، وسابق رئیس دارالافتاء المرکزیہ افغانستان، فاضل دارالعلوم حقانیہ

اُس پر خوب عبور حاصل ہو اور اگر روایت بالمعنیٰ کرتا ہے تو علاوہ ازیں، شرط یہ ہے کہ وہ بغیر کسی تغییر کے حدیث کے معنیٰ ومفہوم کے ادا کرنے کو جانتا ہو۔ (علوم الحدیث لابن الصّلاح) و ھکذا فی (جواھر الأصول فی علم حدیث الرّسول لأبی الفیض محمّد بن علیّ الفارسی الحنفی)

مذکورہ صفات اور اِن کے علاوہ دیگر صفات، جن کو علماء کرام نے ذکر کیا ہے، اِن میں تامل کرنے سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تمام صفات دو صفات کو راجع ہوتی ہیں، جن کو ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ وہ "عدالت اور ضبط" ہیں۔

العدالۃ:

یہ ایک ایسا ملکہ ہے جو کہ آدمی کو تقویٰ پر، باطنی میل کچیل سے اور لوگوں کے نزدیک خلاف مروّت اُمور سے اجتناب کرنے پر اُبھارتا ہے اور اِس میں مندرجہ ذیل اُمور شرط ہیں:

۱۔ اسلام ۲۔ بلوغ ۳۔ عقل ۴۔ تقویٰ ۵۔ مروّت سے آراستہ ہونا اور اِس میں خلل پیدا کرنے والی باتوں کو چھوڑنا

الضبط:

ضبط یہ ہے کہ راوی بیدار مغز ہو، غافل نہ ہو۔ اگر اپنے حافظہ سے حدیث بیان کیا ہو تو وہ خوب یاد ہو، اگر کتاب سے بیان کیا ہو تو اُس پر خوب عبور حاصل ہو اور اگر روایت بالمعنیٰ کرتا ہو تو علاوہ ازیں، شرط یہ ہے کہ وہ حدیث کے معنیٰ ومفہوم کو بغیر کسی تغییر کے ادا کرنے کو جانتا ہو۔

صفات الردّ : یہ دو قسم پر ہیں : (۱) ما تُخِلُّ بالعدالۃ (۲) ما تُخِلُّ بالضبط

ما تُخِلُّ بالعدالۃ : عدالت میں خلل ڈالنے والی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کافر راوی کی روایت قبول نہیں کی جائیگی۔ ۲۔ بچے کی روایت قبول نہیں کی جائیگی

۳۔ مجنون (دیوانے) کی روایت قبول نہیں کی جائیگی ۴۔ فاسق کی روایت قبول نہیں کی جائیگی۔

۵۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جس نے قصداً رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہو، اگرچہ بعد میں اِس سے توبہ بھی کیا ہو۔

ما تُخِلُّ بالضبط : ضبط میں خلل ڈالنے والی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۶۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو تلقین فی الحدیث میں معروف ہو، اور تلقین اِس کو کہتے ہیں کہ اُس پر وہ حدیث پیش کی جائے جو اُس کی مرویات میں سے نہ ہو اور اُس سے کہا جائے کہ یہ آپ کی

روایت سے ہے تو وہ اُسے قبول کرے اور اُسے تمیز نہ کر سکے، اور یہ اس لئے کہ اُس میں ذہانت نہیں ہوتی اور بیداری نہیں رکھتا۔ اس وجہ سے اُس کی حدیث مقبول نہیں۔

۷۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائیگی جس کی شاذ روایتیں یعنی مخالفات اور مناکیر زیادہ ہوں۔

۸۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو روایات میں کثرتِ سہو سے معروف ہو، بشرطیکہ اصل صحیح مکتوب سے حدیث بیان نہ کرے کیونکہ کثرتِ سہو، سوء حفظ یا ذہانت سے محرومی پر دلالت کرتی ہے، اس لئے راوی ضبط سے موصوف نہیں ہوگا۔

۹۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائیگی جو اپنے اُس نسخہ میں تساہل برتتا ہے جس سے وہ روایت کرتا ہے، اگر وہ کتاب سے حدیث بیان کرے، مثلاً ایک شخص کسی غیر صحیح اصل سے حدیث بیان کرتا ہے یعنی اُس کتاب یا مکتوب سے، جو مصنفین سے بسند صحیح حاصل شدہ اُصولِ مسموعہ کیساتھ اُسے نہیں دیکھتا اور مقابلہ نہیں کرتا۔

تساهل المتأخرين في شروط الرّاوي:

محدّثین حضرات نے اِن شرائط کو پوری امانت اور دقت کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے اور اُنہوں نے راوی کی حدیث میں مضبوطی اور اُس پر اعتماد کرنے کے لئے رجال سے کلام کرتے وقت اُن کے تمام احوال بیان کئے ہیں۔ یہاں تک کہ تدوین حدیث کا زمانہ آیا تو احادیث مصنفات، مسانید، جوامع، معاجم اور اجزاء کی شکل میں مدوّن کی گئیں اور یہ مؤلفات ان کے مولفین سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کی گئیں جس طرح ایک حدیث نقل کی جاتی ہے، حتّٰی کہ ہر کتاب کے بہت سے نسخے بن گئے اور متواتر طریقے سے اطرافِ عالم میں شائع ہو گئے۔ پس اُس وقت اِن نسخ منقولہ پر اعتماد قائم ہو گیا درآنحالیکہ اِن کی سند مولفین تک پہنچتی ہے اور یہ نسخے راویوں کے قائم مقام بن گئے، تو علماء نے راوی کی بعض شرائط میں تساہل اختیار کیا اور راوی کے عادل ہونے، حسن رعایت اور ضبط کتاب کی اہلیت پر اکتفا کیا۔ اور امام ابن الصلاح نے اِس کو ظاہر و واضح کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

أعرض النّاس في هذه الأعصار المتأخرة عن اعتبار مجموع ما بيّنا من الشروط في رُواة الحديث و مشائخه فلم يتقيّدوا بها في رواياتهم، لتعذر الوفاء بذلك على نحو ما تقدّم أو كان عليه مَن تقدّم و وجهُ ذٰلك ما قدّمناه أوّلَ كتابنا هذا من كون المقصود آل آخرًا الى المحافظة على خصيصة هذه الأمّة في الأسانيد و المحاذرة من انقطاع سلسلتها. فليُعتبر من الشروط المذكورة ما يليق بهذا الغرض على تجرّدِه، و ليُكتف في أهليّة الشّيخ بكونه مسلمًا، بالغًا، عاقلًا، غير متظاهرٍ

بالفسق و السّخف . و فی ضبطہٖ بوجود سماعہٖ مثبتًا بخطٍ غیر متّھم و بِروایتہٖ مِن أصلٍ موافقٍ لأصل شیخہٖ... و وجہ ذلك بِأنّ الأحادیث الّتی قد صحّت أو وقفت بین الصحّۃ و السّقم قد دُوِنَت و کُتِبَت فی الجوامع الّتی جَمَعھا أئمّۃ الحدیث، و لا یجوز أن یذھب شیٔ منھا علی جمیعھم...لِضمان صاحب الشریعۃ حفظھا. قال البیھقیّ: فمَن جاء الیومَ بِحدیثٍ لا یوجد عند جمیعھم لم یقبل منہ ، و من جاء بِحدیثٍ معروفٍ عندھم ، فالّذی یرویہ لا ینفرد بروایتہٖ ، و الحجّۃ قائمۃ بِحدیثہٖ بروایۃ غیرہٖ ، و القصد من روایتہٖ و السّماع منہ أن یصیر الحدیث مسلسلًا " بِحدّثنا و أخبرنا " و تبقٰی ھذہ الکرامۃ الّتی خُصّت بھا ھذہ الأمّۃ شرفًا لِنبیّنا المصطفٰی ﷺ (علوم الحدیث لابن الصّلاح)

النّوع الثّانی (۲) علم الجرح و التّعدیل:

الجرح عند المحدّثین : محدّثین کے نزدیک جرح ، حدیث کے راوی میں اُس چیز کے ساتھ طعن کرنا ہے جو اُس کی عدالت وضبط کو ختم کردے یا اُس میں نقصان پیدا کردے۔

التعدیل : تعدیل اِس کا عکس ہے اور یہ راوی کا تزکیہ کرنا ہے اور اُس پر اِس کا حکم کرنا ہے کہ وہ عادل یا ضابط ہے۔

و علم الجرح و التّعدیل علمٌ یبحث عن الرُّواۃ من حیث ما وَرَد فی شأنھم ممّا یشینھم أو یزکّیھم بألفاظٍ مخصوصۃ

اور یہ علم ، رجالِ روایت کی میزان ہے۔ اگر راوی کا پلّہ وزنی ہوجائے تو مقبول ہے اور اگر اُس کا وزن کم ہوجائے تو متروک ہے، اور اسی علم کے ساتھ ہم اُس راوی کو پہچان لیتے ہیں جس کی حدیث مقبول ہو۔ اور اُس کے ، اور جس کی حدیث مقبول نہ ہو، کے درمیان تمیز کرتے ہیں ، اور اس وجہ سے علماء حدیث نے اس علم کی طرف پوری توجہ فرمائی اور اس میں انتہائی کوشش صرف کی۔

مشروعیّۃ الجرح و التّعدیل : جرح وتعدیل کی مشروعیت بلکہ اِس کی طرف حاجت پیش آنے کی وجہ سے اس کے وجوب پر علماء کا اجماع منعقد ہوا ہے۔ اور جرح میں غیبت کا ارتکاب نہیں ہوتا بلکہ اس میں سنت کی حفاظت اور غیر سنت سے اس کی صیانت ہے، اور اس میں صحیح سے ضعیف اور مقبول سے مردود کی تمیز کا بیان ہے۔ اور اِن سب سے علماء کا انتہائی مقصود، پوری امانت داری اور اخلاص کے ساتھ حق کا بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سونے اور چاندی کی امانت کی حفاظت سے کہیں زیادہ حدیث کی امانت کی حفاظت ضروری ہے۔ تو اُن کے درمیان یہ عبارت بار بار گردش کرگئی " انّما ھی تأدیۃ ، انّما ھی أمانۃ "

بعض صوفیائے کرام نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کہا: أ تغتابُ؟ کیا آپ غیبت کرتے ہیں؟ فرمایا: چپ ہوجاؤ، جب ہم وضاحت نہیں کریں گے تو حق اور باطل کا پتہ کیسے چلے گا۔

ابوتراب النخشی الزاهد نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عرض کیا: یاشیخ ! لا تغتب العلماء اے شیخ! علماء کی غیبت نہ کرو، تو امام احمدؒ نے اُس سے فرمایا: ویحك ! هذا نصيحةٌ ، ليس هذا غيبةٌ کہ تیرا بھلا ہو، یہ خیرخواہی ہے، یہ غیبت نہیں ہے۔

ابوبکر بن خلاّد نے یحیی بن سعید سے فرمایا: أما تخشى أن يكون هٰؤلآء الّذين تركتَ حديثهم خصماءُكَ عند الله؟ کیا تو اِس بات سے نہیں ڈرتا کہ جن لوگوں کی حدیث کو آپ نے چھوڑ دیا ہے یہ اللہ کے سامنے تیرے مقابل بن جائیں گے؟! تو آپ نے فرمایا: لأن يكونوا خصمائی أحبُّ إلیَّ من أن يكون خصمي رسولُ الله ﷺ، يقول: لِمَ لَمْ تَذُبّ عن حديثي؟! کہ مجھے یہ بات البتہ پسند ہے کہ وہ میرے مقابل بن جائیں اِس سے، کہ رسول اللہ ﷺ میرے مقابل آجائیں اور یہ فرمائیں کہ تو نے میری حدیث سے جھوٹ کو کیوں دفع نہیں کیا؟! (الکفایة ، و الجامع لِأخلاق الرّاوی للخطیب ، و أصول الحدیث : علومه و مصطلحه للدّکتور محمّد عجاج ، و منهج النقد فی علوم الحدیث للدکتور نورالدّین عِتر)

اور اگر علمائے نقادین اِس بارے میں عدالت رُوات کی تحقیق اور اُن کے حافظہ اور بیداری کے امتحان لینے میں کوشش صرف نہ کرتے، حتّی کہ اِس باب میں اُنہوں نے اسفار کیے اور مشقتیں اُٹھائیں پھر لوگوں کی کذابین، ضعفاء اور مختلطین سے تحذیر فرمائی، تو اسلام کا معاملہ مشتبہ بن جاتا اور زنادقہ کا تسلط ہوجاتا اور دجالین پیدا ہوجاتے۔

شروط الجارح و المُعدِّل:

جارح اور معدِّل میں ایسی صفات بہت زیادہ ہونی چاہئیں کہ اُس کے حکم کو باانصاف اور راوی کے حال کو واضح کردے، اور وہ صفات یہ ہیں:

۱۔ جارح اور معدِّل کیلئے علم، تقویٰ، ورع وصدق شرط ہیں کیونکہ اگر وہ اِس پوزیشن میں نہ ہوتو وہ جرح و تعدیل کیساتھ دوسروں پر کیسے حکم کرے گا حالانکہ وہ خود دائمی طور پر اپنی عدالت ثابت کرنے کا محتاج ہے!! اور ضروری ہے کہ جرح و تعدیل اُسی شخص کی مقبول ہو جو عادل، متیقظ یعنی ایسی بیداری کا مالک ہو جو اُس کیلئے غور وفکر کرنے اور اُن روایات کے ضبط پر باعث ہو جو اُس سے صادر ہوتی ہیں (شرح نخبة الفکر للحافظ ابن حجر ، و شرح الشّرح للعلّامة علیّ القاری الهروی الحنفی)

۲۔ اسبابِ جرح و تعدیل کو جانتا ہو۔ حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ میں فرمایا ہے: " و تُقْبَلُ التزكية مِن عَارِفٍ بِأسبابها، لامن غير عارفٍ لئلّا يُزَكِّي بِمجرد ما يظهر له ابتداءً من غير مُمَارَسَةٍ و اختبار "

۳۔ کلامِ عرب کے استعمالات پر عالم ہو، لفظ کو اُس کے غیر معنی میں استعمال نہ کرتا ہو اور کسی ایسے لفظ کے نقل کرنے سے جرح نہ کرتا ہو جو لفظِ جرح نہ ہو۔ اور لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب " الرّفع و التكميل فى الجرح و التعديل " میں فرمایا ہے: " يجب عليك أن لّا تبادر الى الحكم بجرح الرّاوى بوجود حكمهٖ من بعض أهل الجرح و التّعديل ، بل يَلْزَمُ عليك أن تُنَقِّحَ الأمرَ فيه ، فانّ الأمر ذو خَطرٍ و تهويلٍ و لا يحلّ لك أن تأخذ بقول كلّ جارح فى أىّ راوٍ كان ، و ان كان ذالك الجارح من الأئمّة ، أو من مشهورى علماء الأمّة . فكثيرًا مّا يُوجَدُ أمرٌ يكون مانعًا من قبول جَرحهٖ و حينئذٍ يُحْكَمُ بِردِّ جرحهٖ ، و لهٗ صُوَرٌ كثيرة لا تخفٰى على مَهَرة كتب الشّريعة

فمنها: أن يَكون الجارح فى نفسهٖ مجروحًا ، فحينئذ لا يُبَادَرُ الٰى قبول جرحهٖ و كذا تعديلهٖ ما لم يوافقه غيره۔ قال ابن حجر فى " تهذيب التّهذيب " فى ترجمة أحمد بن شبيب ۔ بعد ما نقل عن الأزدىّ قوله فيه : " غير مرضىّ " ۔ قلتُ : " لم يلتفت أحدٌ الٰى هذا القول ، بل الأزدىّ غيرُ مرضىّ ".

و منها: أن يَكون الجارح من المُتَعَنِّتِين المُشَدِّدين ، فانّ هنا جمعًا من أئمّة الجرح و التّعديل لهم تشدّد فى هذا الباب فيجرحون الرّاوى بِأدْنٰى جرحٍ و يطلقون عليه ما لا ينبغى اطلاقهٗ عند أولى الألباب ، فمثل هذا الجارح توثيقهٗ معتبر ، و جرحهٗ لا يعتبر الّا اذا وافقهٗ غيرهٗ مِمَّنْ يُنْصِف و يُعْتَبَر ، فمنهم : أبوحاتم ، و النّسائىّ ، و ابن مَعين ، و ابن القطّان ، و يحيى القطّان ، و ابن حبّان ، و غيرهم فانّهم معروفون بِالاسراف فى الجرح و التّعنّت فيه ، فَلْيَتَثَبَّت العاقل فى الرّواة الّذين تفرّدوا بجرحهم و ليتفكّر فيه "

جارح اور معدّل میں عالم، متقی، پرہیزگار، صادق اور اسباب جرح و تعدیل کو جاننے والے ہونے کیساتھ یہ بھی شرط ہے کہ وہ تعصب، عداوت اور حسد سے دور رہے، اور اِس شرط کی تصریح بہت سے آئمہ احناف نے فرمائی ہے اور اسی طرح دیگر مذاہب والوں نے بھی تصریح کی ہے۔

امام تاج الدین سبکیؒ نے اپنی تالیف " قاعدة فى الجرح و التّعديل " میں فرمایا ہے:

الصّواب عندنا أنّ من ثَبَتَتْ اِمامتهٗ و عدالتهٗ، و كَثُرَ مادحوه و مزكّوه ، و ندر جارحوه، و كانت هناك قرينة دالّة علٰى سبب جرحهٖ من تعصّبٍ مذهبىّ أو غيرهٖ،فانّا لا نلتفت

الى الجرح فيه ، و نَعْمَلُ فيه بالعدالة . و الّا فلو فتحنا هذا الباب ، و أخذنا بِتقديم الجرح علىٰ اطلاقه ، لما سَلِمَ لنا أحدٌ مّن الأئمّة ، اذ ما مِن امامٍ الّا و قد طَعَنَ فيه طاعنون ، و هَلَكَ فيه هالكون.

"ہمارے نزدیک حق بات یہ ہے کہ جس کی امامت وعدالت ثابت شدہ ہو، اُس کی مدح اور تزکیہ کرنے والے کثیر ہوں، اُس کے جارحین قلیل ہوں اور وہاں ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو اِس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اِس جرح کا سبب، جو اِس پر ہوا ہے، مذہبی تعصب وغیرہ ہے تو ہم اس جرح کو خاطر ہی میں نہیں لاتے اور ہم اُس پر عدالت کا حکم لگاتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو اور ہم یہ دروازہ کھولیں یعنی تقدیم جرح پر مطلقاً عمل کریں تو یقیناً ہمارا کوئی ایک امام بھی سلامت نہیں رہے گا کیونکہ کوئی بھی امام ایسا نہیں جس میں طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور اُس کے بارے میں ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں"۔

پھر امام سبکیؒ نے ابن عبدالبرؒ سے نقل کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ پر جرح کی ہے تو آپؒ نے یہ شعر پڑھا:

حَسَدًا اذ رأوك فضل اللهُ بما فُضِلَتْ به النُّجَباء

"یہ لوگ حسد کی وجہ سے اعتراضات کرتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وہ احسان فرمایا ہے جس کی وجہ سے شریف لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے"۔

اور ابوعاصم النبیل سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ پر جرح کرتا ہے تو فرمایا کہ اِس کی مثال وہی ہے جو کہ نُصیب نے کہا ہے کہ:

سَلِمْتِ و هل حَيٌّ على النّاس يَسْلَم؟! "تو سلامت رہو، اور کیا کوئی بھی زندہ شخص لوگوں سے سلامت رہا؟!"

اور ابوالاسود الدوئلی نے فرمایا ہے:

حَسَدُوا الفتىٰ اذ لم ينالوا سَعْيَهٗ فالقومُ أعداءٌ لَهٗ و خُصومٌ

"لوگوں نے اِس نوجوان سے اس لئے حسد روا رکھا ہے کہ یہ لوگ اُس کی کوششوں تک نہیں پہنچ سکتے تو اس لئے اس کے دشمن اور مخالف بن گئے ہیں"

النّوع الثّالث (۳) معرفة الصّحابة رضی اللّٰه عنهم:

صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پاچکا ہو۔ صحابۂ کرامؓ دعوتِ دین پھیلانے اور اس کی مشقتیں برداشت کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں۔ اسی وجہ سے علماء کے درمیان اِس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی معرفت حاصل کرنا

خواص کے مضبوط و محکم علم اور علم حدیث کے اُونچے علم میں سے ہے، اور اسی علم کے ساتھ اہل سِیَر نے سیادت و سرداری پائی۔

معرفة الصّحابة لها فوائد مُهِمّةٌ في الدّين و العلم: معرفت صحابہؓ میں دین اور علم کے بہت سارے فوائد ہیں۔اُن میں سے بعض یہ ہیں: وہ رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کرتے ہوئے عالم بشریت کے لئے ہادی بن گئے اور وہ دین کو عملی کرنے کی زندہ مثالیں ہیں، اُن کی سیرت دلوں کو یقین سے بھر دیتی ہے، جہاد و عمل پر ہمتوں کو اُبھارتی ہے اور نفوسِ انسانیہ میں شجاعت و بہادری کو شعلہ زن کر دیتی ہے۔

دیگر یہ کہ حدیث مرسل کی معرفت، اور اس کی منقطع اور موصول حدیث سے تمیز پیدا کرنا ہے تو جب تک ہم حدیث کے ناقل کے بارے میں نہ جانتے ہوں کہ آیا وہ صحابی ہے یا غیر صحابی۔تو یہ بات ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگی۔

ضوابط يُعرف بها الصّحابيّ:

علماء حدیث نے کچھ ضوابط ذکر فرمائے ہیں جن کے ذریعے صحابی کو پہچانا جاتا ہے، جنہیں ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

۱. **التّواتر:** اور یہ اس طرح کہ صحابی کی صحبت کا اثبات بہت کثیر تعداد کے صحابہؓ سے منقول ہو، مثلاً چاروں خلفاء راشدینؓ اور دیگر بڑے بڑے صحابہؓ جو عام و خاص کے نزدیک معروف و مشہور ہیں۔

۲. **الشهرة و الاستفاضة القاصرة عن رُتبة التّواتر:** ایسی شہرت اور استفاضہ جو کہ درجۂ تواتر سے کم ہو، مثلاً ضِمام بن ثعلبہؓ اور عُکاشہ بن مِحصنؓ۔

۳. یہ کہ کم از کم ایک صحابی سے یہ روایت کی جائے کہ فلاں کے لئے صحبت ثابت ہے، مثلاً حُممَۃ الدوسیؓ جو کہ اصفہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہوئے اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے اُن کے لئے یہ گواہی دی ہے کہ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ نے اُس کے شہید ہونے کی خبر دی ہے۔

۴. یہ کہ ثقہ تابعین میں سے کسی سے یہ روایت کی جائے کہ فلاں کے لئے صحبت ثابت ہے۔

۵. وہ خود ہی اپنے بارے میں یہ کہے کہ میں صحابی ہوں، اور اِس کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ وہ ثابت العدالۃ ہو اور دوسری یہ کہ زمانۂ ممکنہ میں ہو۔اور زمانۂ ممکنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سو سال بنتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی عمر کے آخر میں اپنے صحابہؓ سے فرمایا: " أرأيتكم ليلتكم هذه فإنّ على رأس مائة سنة منها لا يبقى على وجه الأرض ممّن هو عليها أحدٌ " رواه البخاري و مسلم من حديث ابن عمرؓ و رواه مسلم من حديث جابرؓ و لفظهٗ :" سمعتُ النّبي ﷺ يقول قبل أن يموت بشهر: أُقسِمُ

بِاللہ ما علی الأرض من نفسٍ منفوسۃٍ تأتی علیھا مائۃ سنۃ و ھی حیۃ یومئذٍ "۔
اور نبی کریم ﷺ کی اِس معجزانہ تحدید مدّت کی وجہ سے آئمہ کرام نے کسی بھی ایسے شخص کی تصدیق نہیں کی جس نے مدّتِ مذکورہ کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے ایسا ہی دعویٰ کیا ہے اور اُن کی تکذیب کی گئی۔ اُن میں سے آخری شخص رتن ہندی ہے جس نے چھ سو سال کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ تعجب ہے کہ کتنا بڑا کذّاب تھا! (شرح شرح نخبۃ الفکر لعلیّ القاری الھروی الحنفی ، و تدریب الرّاوی ، و الاصابۃ فی تمییز الصّحابۃ ، و منھج النقد فی علوم الحدیث ، و غیرھا)

عدالۃ الصّحابۃ رضی اللہ عنہم:

تمام صحابہ کرامؓ ایک خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہیں اور وہ اِس طرح کہ اُن میں سے کسی ایک کی عدالت کے بارے میں بھی نہیں پوچھا جائے گا بلکہ اِس کام سے ہم فارغ ہیں کیونکہ وہ علی الاطلاق عادل ہیں نصوصِ کتاب اللہ، سنت رسول، اور اُن مجتہدین کے اجماع کے ساتھ، جن پر اجماعِ اُمت میں اعتماد کیا جاتا ہے۔
قال اللہ تبارك و تعالٰی : کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ...الآیۃ (آل عمران : ۱۱۰) کہا گیا ہے کہ تمام مفسرین نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں آئی ہے۔
وقال تعالٰی: وَ کَذٰلِكَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ...الآیۃ (البقرۃ :۱۴۳) اور یہ خطاب اُن لوگوں سے ہے جو اُس وقت موجود تھے۔ و قال سبحانہٗ و تعالٰی : مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ...الآیۃ (الفتح : ۲۹)
اور وہ احادیث صریحہ تو بہت زیادہ ہیں جو کہ اِس بات پر گواہی دیتی ہیں، اُن میں سے ابو سعیدؓ کی یہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تسبُّوا أصحابی ، فوالّذی نفسی بیدہٖ لو أنّ أحدکم أنفقَ مثل أُحدٍ ذھبًا ما أدرك مُدَّ أحدِھم و لا نصیفہٗ رواہ البخاری و مسلم۔
اِس کے بعد اُمت محمدیہ (علیٰ صاحبھا اُلف اُلف سلامٍ وتحیۃ) تمام صحابہؓ کی تعدیل پر متفق ہے، اور اُن میں سے جو مشاجرات اور فتن میں مبتلاء ہوئے وہ بھی اِس میں شامل ہیں، اُن علماء کے اجماع سے، جن کے اجماع پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ یہ اِس وجہ سے کہ اُن پر حسن ظن ہے اور اُن خصوصیات کی وجہ سے جو اُن کے لئے ثابت ہیں ، اور گویا اللہ تعالیٰ نے اِس بات پر اجماع تیار فرمایا ہے ، کیونکہ وہ شریعت کے ناقلین ہیں۔ (علوم الحدیث لابن الصلاح)

الصّحابۃ المُکثِرون من الرّوایۃ عن الرّسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ سے کثرتِ روایت کرنے والے صحابہؓ سات ہیں اور وہ صحابہؓ اور اُن کی مرویات یہ ہیں:

۱: أبوهريرة: عبدالرّحمٰن بن صخر الدّوسی اليَمَانی رضی الله عنه
(المتوفّٰی سنة ۵۹هـ)، عددُ ما رواه: (۵۳۷۴) حديثًا

۲: عبدالله بن عمر بن الخطّاب رضی الله عنهما (المتوفّٰی سنة ۷۳هـ)، عددُ ما
رواه: (۲۶۳۰) حديثًا

۳: أنس بن مالك رضی الله عنه (المتوفّٰی سنة ۹۳هـ)، عددُ ما رواه: (۲۲۸۶) حديثًا

۴: عائشة بنت أبی بَكْرٍ الصِّدِّيق أمّ المؤمنين رضی الله عنهما (المتوفاة سنة ۵۸ هـ
، و قيل سنة ۵۷هـ)، عددُ ما رَوَتْه: (۲۲۱۰) حديثًا

۵: عبدالله بن عبّاس بن عبد المُطّلِب رضی الله عنهما (المتوفّٰی سنة ۶۸هـ) و عددُ
ما رواه: (۱۶۶۰) حديثًا

۶: جابر بن عبدالله الأنصاریّ رضی الله عنهما (المتوفّٰی سنة ۷۸ هـ)، و عددُ ما
رواه: (۱۵۴۰) حديثًا

۷: أبوسعيد الخُدْریّ: سعد بن مالك بن سِنَان الأنصاریّ رضی الله عنه (المتوفّٰی
سنة ۷۴ هـ)، و عددُ ما رواه: (۱۱۷۰) حديثًا (تدريب الرّاوی، و المُيَسَّر فی
علم الرّجال)

النّوع الرّابع (۴) معرفة من أُسند عنه من الصّحابة الّذين ماتوا فی حياة رسول الله ﷺ:

اُن صحابہؓ کی روایات کی معرفت، جو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں فوت ہو گئے اور اِس معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ اُس روایت پر مرسل ہونے کا حکم لگایا جائے گا جبکہ اُس سے روایت کرنے والا تابعی ہو۔

من ذلك: أبو سلمة زوج أمّ سلمة، توفّی مرجع رسول الله ﷺ من بدر؛ رَوَتْ أمّ سلمة عنه عن رسول الله ﷺ: ما من مسلم يصاب بمصيبة فيفزع الی ما أمر الله به من قولِ اِنّا لِله و اِنّا اليه راجعون، اللّهمّ عندك أحتسب مصيبتی فأجرنی عليها الّا أعقبه الله خيرًا منها۔ رواه التّرمذی و النّسائی و ابن ماجة من طريق عمر بن أبی سلمة أخبرها أنّه سمع النّبی ﷺ يقول فذكره۔

و جعفر بن أبی طالب، روٰی أحمد له فی مسنده حديث الهجرة، و حمزة عمّ رسول الله ﷺ، روٰی له الطّبرانیّ حديثًا فی الحوض... (تدريب الرّاوی فی شرح تقريب النّواوی ج۲ ص ۲۲۶)

النّوع الخامس (۵) معرفة الثّقات و الضّعفاء من الرّواة:

علومِ حدیث کی یہ نوع سابق پہلی اور دوسری دونوں انواع کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ ہے کیونکہ

یہ نوع، نوع اول اور نوع ثانی کی ابحاث کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔ یہیں سے علماء نے اِس نوع کی اہمیت پر تنبیہ کی ہے اور یہ اس طرح جیسا کہ ابن الصلاح نے فرمایا ہے: "من أجلِّ نوعٍ و أفخمہ فانّہٗ المِرقاۃ الی معرفۃ صحۃ الحدیث و سقمہ"۔ اور بے شک اِس علم کو قدیماً و حدیثاً آئمہٗ حدیث کی توجہ حاصل ہوچکی ہے چنانچہ اُنہوں نے اِس علم میں بہت سی تالیفات لکھی ہیں جن میں یا تو اپنے مشاہدہ سے رواۃ کے احوال پر کلام کیا ہے اور یا اِس علم کے آئمہ سے وہ کلام اور بحث نقل کی ہے جو اُنہوں نے اِن کی صفات میں کی ہے۔ اور یہ تصانیف تین قسم پر ہیں:

(۱) جو خالص ثقات کے بیان میں ہیں (۲) جو خالص ضعفاء کے بیان میں ہیں (۳) وہ جن میں ثقات اور ضعفاء دونوں کا بیان ہے۔

یہ تھا علم اُصول حدیث کی چند اقسام و انواع کا کچھ اجمالی بیان۔ بقیہ اقسام و انواع کو آئندہ قسطوں میں بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ

و صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمّدٍ وّ علیٰ آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین۔

اہلِ علم و قلم کے لیے عظیم خوشخبری

اشاریہ ماہنامہ برہان دہلی

مرتب: محمد شاہد حنیف 0333-4128743، mshanif2010@gmail.com

اوراقِ پارینہ پبلشرز، لاہور 0321-4148570

کتاب سرائے، اُردو بازار، لاہور+فضلی سنز، اُردو بازار، کراچی

مولانا عتیق الرحمٰن عثمانیؒ اور مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کے عظیم علمی، دینی، تحقیقی رسالے کے ۶۳ سالوں کے سیکڑوں شماروں میں برصغیر پاک و ہند کے علماءِ کرام، دانشوروں اور دیگر اہلِ علم و قلم کی قرآنیات، علومِ حدیث، فقہ و اجتہاد، عبادات، معاشرت، سیاست، سیر و سوانح، شعر و اَدب، تاریخ اسلام، تاریخ برصغیر پاک و ہند......وغیرہ کے علاوہ سیکڑوں موضوعات پر مشتمل ہزاروں مقالات و کتب سے آگاہی کے لیے موضوع وار اور مصنف وار اشاریہ......محدود تعداد فوری رابطہ کریں۔ قیمت: ۸۰۰